Enter Text Here

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ

مسئلہ طلاقِ ثلاثہ

از افادات

متکلمِ اسلام حضرت مولانا محمد الیاس گھمن
دامت برکاتہم العالیہ

امیر : عالمی اتحاد اہل السنت والجماعت

احناف میڈیا سروس

فہرست رسالہ

"مسئلہ طلاقِ ثلاثہ"

فہرست رسالہ

"مسئلہ طلاقِ ثلاثہ"

فہرست رسالہ
"مسئلہ طلاقِ ثلاثہ"

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ طلاق ثلاثہ

از افادات: متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

مذہب اہل السنت والجماعت:

ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں یا ایک کلمہ سے دی گئی تین طلاقیں تین شمار ہوتی ہیں، بیوی خاوند پر حرام ہو جاتی ہے اور بغیر حلالہ شرعی کے شوہر اول کے لیے حلال نہیں ہوتی۔ (الہدایہ ج2 ص355 باب طلاق السنۃ، فتاویٰ عالمگیریہ ج1 ص349 کتاب الطلاق الباب الاول)

مذہب غیر مقلدین:

ایک مجلس میں دی گئی تین طلاق یا ایک کلمہ سے دی گئی تین طلاق ایک شمار ہوتی ہے۔

1: غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان تین طلاقوں کے متعلق چار اقوال نقل کرتے ہوئے آخری قول یوں لکھتے ہیں:

الرابع انہ یقع واحدۃ رجعیۃ من غیر فرق بین المدخول بھا وغیرھا ...وھذا اصح الاقوال. (الروضۃ الندیہ: ج2 ص50)

ترجمہ: چوتھا قول یہ ہے کہ (تین طلاق دینے سے) ایک طلاق رجعی واقع ہوتی ہے مدخول بھا اور غیر مدخول بھا کے فرق کئے بغیر اور یہی قول تمام اقوال سے صحیح ہے۔

2: غیر مقلدین کے "شیخ الاسلام" ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں:

"ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاق ایک طلاق رجعی کا حکم رکھتی ہے۔" (فتاویٰ ثنائیہ: ج2 ص215)

فائدہ:

شیعوں اور مرزائیوں کا مذہب بھی یہی ہے کہ تین طلاق ایک شمار ہوتی ہیں۔ حوالہ جات پیش خدمت ہیں:

مذہب شیعہ:

1: مشہور شیعی عالم ابو جعفر محمد بن الحسن بن علی الطوسی لکھتے ہیں:

والطلاق الثلاث بلفظ واحد او فی طھر واحد متفرقاً لا یقع عندنا الا واحدۃ. (المبسوط فی فقہ الامامیہ: ج5 ص4)

ترجمہ: تین طلاقیں ایک لفظ سے دی گئی ہوں یا ایک طہر میں علیحدہ علیحدہ دی گئی ہوں ہمارے نزدیک صرف ایک طلاق واقع ہوتی ہے۔

2:۔ محمد بن علی بن ابراہیم المعروف ابن ابی جمہور لکھتے ہیں:

وروی جمیل بن دراج فی صحیحہ عن احدھما علیھما السلام قال: سألتہ عن الذی یطلق فی حال طھر فی مجلس واحد ثلاثاً؟ قال: ھی واحدۃ. (عوالی اللآلی العزیزیہ: ج3 ص378)

ترجمہ: جمیل بن دراج نے اپنی کتاب "صحیح" میں امام باقر یا امام صادق سے روایت نقل کی ہے کہ میں نے ان سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جو اپنی بیوی کو حالت طہر میں ایک مجلس میں تین طلاقیں دیتا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ ایک طلاق واقع ہو گی۔

مذہب مرزائیت:

(1) مرزائیوں نے اپنی نام نہاد فقہ "فقہ احمدیہ" کے نام سے شائع کی ہے جسے نو (9) اراکین پر مشتمل ایک کمیٹی نے مرتب کیا ہے اس میں دفعہ 35 کی تشریح میں لکھا ہے:

"لہذا فقہ احمدیہ کے نزدیک اگر تین طلاقیں ایک دفعہ ہی دے دی جائیں تو ایک رجعی طلاق متصور ہو گی۔" (فقہ احمدیہ: ص80)

(2) مرزائیوں کے لاہور گروپ کے سربراہ محمد علی نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں یوں لکھا ہے:

”طلاق ایک ہی ہے خواہ سو دفعہ کہے یا تین دفعہ اور خواہ اسے ہر روز کہتا جائے یا ہر ماہ میں ایک دفعہ کہے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔“

(بیان القرآن از محمد علی: ج1 ص136)

دلائل اہل السنت والجماعت

﴿قرآن مجید﴾

دلیل نمبر1:

﴿أَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ﴾ (سورۃ البقرہ:229)

استدلال:

[1]: امام محمد بن اسماعیل البخاری (م256ھ) تین طلاق کے وقوع پر مذکورہ آیت سے استدلال کرتے ہوئے باب قائم فرماتے ہیں:

”باب من اجاز طلاق الثلاث“[وفی نسخۃ :باب من جوز طلاق الثلاث] لقوله تعالیٰ: أَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ.“ (صحیح البخاری: ج2 ص791)

[2]: امام ابو بکر احمد الرازی الجصاص (م307ھ) فرماتے ہیں:

قوله تعالیٰ: ﴿أَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ﴾ يدل على وقوع الثلاث معاً مع كونه منهيا عنها۔

(احکام القرآن للجصاص: ج 1 ص 527 ذکر الحجاج لایقاع الثلاث معاً)

[3]: امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی (م 671ھ) اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قال علماؤنا واتفق ائمة الفتوىٰ على لزوم ايقاع الطلاق الثلاث فی كلمة واحدة۔ (الجامع لاحکام القرآن: ج1 ص492)

اعتراض:

آیت میں لفظ ”مرتٰن“ بمعنی ”مرۃ بعد مرۃ“ ہے، اس کا معنی اب یوں بنے گا کہ ایک طلاق دی پھر کچھ عرصہ بعد دوسری طلاق بھی دے دی۔ تو یہ آیت متفرق مجالس میں دی گئی طلاق کے متعلق ہے۔ اس سے ایک مجلس کی تین طلاقوں کے وقوع پر استدلال کرنا درست نہیں۔

جواب:

یہاں ”مرتٰن“ بمعنی ”اثنتان“ ہے یعنی طلاق دو بار دینی ہے۔ علامہ سید محمود آلوسی بغدادی (م1270ھ) فرماتے ہیں:

وهذا يدل على أن معنى مرتان إثنتان (روح المعانی ج2 ص135)

نیز قرآن و حدیث میں کئی ایسی مثالیں ہیں مثلاً....

1: عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ. (صحیح البخاری ج1 ص27 بَاب الْوُضُوءِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ)

کیا اس کا یہ معنی کیا جائے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عضو ایک مجلس میں دھویا اور دوسرا عضو دوسری مجلس میں؟! نہیں، بلکہ ایک ہی مجلس میں دھونا مراد ہے۔

2: عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعَبْدُ إِذَا نَصَحَ سَيِّدَهُ وَأَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهِ كَانَ لَهُ أَجْرُهُ مَرَّتَيْنِ. (صحیح البخاری ج1 ص346 بَاب الْعَبْدِ إِذَا أَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهِ وَنَصَحَ سَيِّدَهُ)

نیز یہ اصول بھی قابل غور ہے کہ اگر "مرتان" سے افعال کا بیان ہو گا تو اس وقت تعداد زمانی یعنی یکے بعد دیگرے کے معنیٰ میں ہو گا۔ کیونکہ دو کلاموں کا ایک وقت میں اجتماع ممکن نہیں ہے۔ مثلاً جب کوئی یہ کہے کہ "اَکَلْتُ مَرَّتَیْنِ" تو اس کا لازمی طور پر معنیٰ یہ ہو گا کہ میں نے دوبار کھایا۔ اس لئے کہ دو اکل یعنی کھانے کے دو عمل ایک وقت میں نہیں ہو سکتے اور جب "مرتان" سے اعیان یعنی ذات کا بیان ہو گا تو اس وقت یہ "عددین" دوچند اور ڈبل کے معنیٰ میں ہو گا۔ کیونکہ دو ذاتوں کا ایک وقت میں اکٹھا ہونا ممکن ہے۔

دلیل نمبر 2:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ﴾ .(سورۃ البقرۃ:230)

استدلال:

[1]: مشہور صحابی اور مفسر قرآن حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اِنْ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا فَلَا تَحِلُّ لَهُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ. (السنن الکبری للبیہقی: ج7 ص376 باب نکاح المطلقۃ ثلاثا)

[2]: مشہور فقیہ امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وَالْقُرْاٰنُ يَدُلُّ ـ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ ـ عَلٰى اَنَّ مَنْ طَلَّقَ زَوْجَةً لَّهُ دَخَلَ بِهَا اَوْلَمْ يَدْخُلْ بِهَا ثَلَاثًا لَمْ تَحِلَّ لَهُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهُ"

(کتاب الام للامام محمد بن ادریس الشافعی: ج2 ص1939)

فائدہ:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ نے الفاظ "ثلاثاً" بیان فرمائے ہیں کہ اگر خاوند نے تین طلاقیں دی ہوں تو تینوں واقع ہوں گی، یاد رہے یہ لفظ "ثلاثا" ہے نہ کہ "ثالثۃ"

[3]: علامہ ابن حزم اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قول اللہ تعالیٰ: ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ﴾ فَهٰذَا يَقَعُ عَلَى الثَّلَاثِ مَجْمُوعَةً وَمُفَرَّقَةً، وَلا يَجُوزُ أَنْ يُخَصَّ بِهٰذِهِ الْآيَةِ بَعْضُ ذٰلِكَ دُونَ بَعْضٍ بِغَيْرِ نَصٍّ.. (المحلی لابن حزم: ج9 ص394 کتاب الطلاق مسألۃ 1945)

کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ﴾ ان تین طلاقوں پر بھی صادق آتا ہے جو اکٹھی ہوں اور ان پر بھی سچا آتا ہے جو متفرق طور پر ہوں، اور بغیر کسی نص کے اس آیت کو تین اکٹھی طلاقوں کو چھوڑ کر صرف متفرق کے ساتھ مخصوص کر دینا صحیح نہیں ہے۔

اعتراض:

"فان طلقھا" کے عموم سے اکٹھی تین طلاقیں خارج ہیں کیونکہ شریعت میں اس طرح مجموعی طلاق دینا منع ہے۔ تو جو طلاق ممنوع ہے وہ واقع کیسے ہو گی؟ اس سے شریعت کی ممانعت کا کوئی معنیٰ نہ رہے گا۔

جواب: یہاں دو چیزیں ہیں۔ 1: جواز 2: نفاذ

تین طلاقیں اکٹھی دینا جائز تو نہیں لیکن نافذ ہو جاتی ہیں، جواز اور ہے اور نفاذ اور۔ مثلاً حیض کی حالت میں طلاق دینا ممنوع اور ناجائز ہے لیکن اگر کسی نے دے دی تو نافذ ہو جاتی ہے۔ (دیکھیے صحیح البخاری: ج2 ص790)

دلیل نمبر 3:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِن بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَن يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَٰلِكَ أَمْرًا.

(سورۃ الطلاق:1)

استدلال:

[1]: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت سے تین طلاقوں کے وقوع پر استدلال کرتے ہیں:

عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ إِنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا. قَالَ فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ رَادُّهَا إِلَيْهِ. ثُمَّ قَالَ يَنْطَلِقُ أَحَدُكُمْ فَيَرْكَبُ الْحُمُوقَةَ ثُمَّ يَقُولُ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ وَإِنَّ اللَّهَ قَالَ (وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا) وَإِنَّكَ لَمْ تَتَّقِ اللَّهَ فَلَمْ أَجِدْ لَكَ مَخْرَجًا عَصَيْتَ رَبَّكَ وَبَانَتْ مِنْكَ امْرَأَتُكَ وَإِنَّ اللَّهَ قَالَ (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ) فِي قُبُلِ عِدَّتِهِنَّ. (سنن ابی داؤد: ج1 ص315 باب نسخ المراجعۃ بعد التطلیقات الثلاث، السنن الکبریٰ للبیہقی: ج7 ص331 باب الاِخْتِيَارُ لِلزَّوْجِ أَنْ لَا يُطَلِّقَ إِلَّا وَاحِدَةً)

قال الحافظ ابن حجر: اسنادہ صحیح. (تعلیق المغنی: ص430 بحوالہ عمدۃ الاثاث:72)

قال الالبانی: صحیح. (سنن ابی داؤد باحکام الالبانی: تحت ح2199)

[2]: امام نووی (م676ھ) اس آیت سے جمہور کے استدلال کو یوں نقل کرتے ہیں:

واحتج الجمهور بقوله تعالى ﴿وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَٰلِكَ أَمْرًا﴾ قالوا معناه أن المطلق قد يحدث له ندم فلا يمكنه تداركه لوقوع البينونة فلو كانت الثلاث لا تقع لم يقع طلاقه هذا الا رجعيا فلا يندم.

(شرح النووی علی صحیح مسلم: ج1 ص478)

احادیث مبارکہ

احادیث مرفوعہ:

دلیل نمبر 1:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا اَنَّ رَجُلاً طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلٰثاً فَتَزَوَّجَتْ فَطَلَّقَ فَسُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَتَحِلُّ لِلْاَوَّلِ؟ قَالَ: لَاحَتّٰى يَذُوْقَ عُسَيْلَتَهَا كَمَا ذَاقَ الْاَوَّلُ.

(صحیح البخاری ج2 ص791 باب من اجاز طلاق الثلاث، صحیح مسلم ج1 ص463 باب لا تحل المطلقۃ ثلاثا لمطلقها، السنن الکبری للبیہقی ج7 ص334 باب ماجاء فی امضاء الطلاق الثلاث وان کن مجموعات)

استدلال:

1: امام بخاری، امام مسلم (کی "الصحیح" پر امام نووی) اور امام بیہقی رحمہم اللہ کا باب باندھنا

2: حافظ ابن حجر عسقلانی (م852ھ) اور علامہ بدر الدین عینی (م855ھ) لکھتے ہیں:

فالتمسك بظاهر قوله طلقها ثلاثاً فانه ظاهر في كونها مجموعة. (فتح الباری لابن حجر: ج9 ص455، عمدۃ القاری: ج14 ص241)

کہ امام بخاری کا استدلال (کہ تین طلاقیں تین شمار ہوتی ہیں) اس روایت کے الفاظ "طلقها ثلاثاً" سے ہے کیوں کہ یہ الفاظ اس بارے میں بالکل ظاہر ہیں کہ اس شخص نے تین طلاقیں اکٹھی دی تھیں۔

دلیل نمبر 2:

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ اَخْبَرَهُ......قَالَ عُوَيْمِرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَارَسُوْلَ اللهِ ! اِنْ اَمْسَكْتُهَا فَطَلَّقَهَا ثَلاَ ثًا قَبْلَ اَنْ يَّاْمُرَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ (وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ دَاوُدَ)قَالَ:فَطَلَّقَهَاثَلاَثَ تَطْلِيْقَاتٍ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَاَنْفَذَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ.

(صحیح البخاری ج2ص791 باب من اجاز طلاق الثلاث، سنن ابی داؤد ج 1ص324 باب فی اللعان، صحیح مسلم ج1ص488،489: کتاب اللعان، سنن النسائی:ج2ص107 کتاب الطلاق باب بدء اللعان جامع الترمذی:ج1ص226،227ابواب الطلاق واللعان،باب ماجاء فی اللعان)

فائدہ: سنن ابی داؤد والی روایت کو غیر مقلد عالم ناصر الدین البانی صاحب نے "صحیح" کہا ہے۔(تحت حدیث 2250)

استدلال:

1: امام بخاری رحمہ اللہ کا باب باندھنا

2: امام ابوداؤد رحمہ اللہ کی یہ روایت "فَاَنْفَذَهُ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم."

دلیل نمبر 3:

عَنْ مَحْمُودِ بْنِ لَبِيْدٍ قَالَ أُخْبِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثَ تَطْلِيقَاتٍ جَمِيْعًا فَقَامَ غَضْبَانًا ثُمَّ قَالَ أَيُلْعَبُ بِكِتَابِ اللّٰهِ وَأَنَا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ حَتّٰى قَامَ رَجُلٌ وَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ أَلَا أَقْتُلُهُ.

(سنن النسائی:ج2ص99باب الثلاث المجموعۃ ومافیہ من التغلیظ)

تحقیق السند:

1:قال ابن القیم: اسنادہ علی شرط مسلم۔(زاد المعاد ج5ص24فصل فی حکمہ صلی اللہ علیہ وسلم فیمن طلق ثلاثا)

2:قال العلامۃ الماردینی: وقد ورد فی ھذا الباب حدیث صحیح صریح فاخرج النسائی فی باب الثلاث المجموعۃ وما فیہ من التغلیظ بسند صحیح عن محمود بن لبید.(الجوہر النقی علی البیہقی ج7ص333باب الاختیار للزوج ان لایطلق الا واحدۃ)

3:قال ابن حجر:رواتہ مؤثقون۔(بلوغ المرام ص442)

4:قال ابن کثیر: اسنادہ جید.(بحوالہ نیل الاوطار ج6ص240،باب ماجاء فی طلاق البتۃ وجمع الثلاث واختیار تفریقھا)

استدلال:

1: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اکٹھی تین طلاق دینے کی خبر سن کر سخت غصہ کا اظہار فرمانا تین طلاق کے واقع ہونے کی مستقل دلیل ہے کیونکہ اگر تین طلاقیں ایک ہوتیں اور خاوند کو رجوع کا حق باقی رہتا تو شدید غصہ کی کوئی وجہ نہیں تھی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمادیتے کہ ایک طلاق ہوئی ہے، تم رجوع کرلو۔

2: اگر تین طلاق واقع نہ ہوتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور ان کو رد فرمادیتے اور صراحت فرمادیتے کہ تین طلاقیں واقع نہیں ہوئی ہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رد فرمانا کہیں منقول نہیں جس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین طلاقوں کو نافذ کردیا تھا۔ چنانچہ علامہ ابن العربی فرماتے ہیں:

إن فيه التصريح بأن الرجل طلق ثلاثا مجموعة ولم يرده النبی صلی اللہ علیہ وسلم بل امضاه.

(فتح الباری:ج9ص451باب من جوز طلاق الثلاث)

3: امام نسائی رحمہ اللہ کا "الثلاث المجموعۃ وما فیہ من التغلیظ" کے عنوان سے باب باندھنا۔

دلیل نمبر 4:

عَنِ الْحَسَنِ قَالَ نَاعَبْدُاللهِ بْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ تَطْلِيقَةً وَهِيَ حَائِضٌ ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُتْبِعَهَا بِتَطْلِيقَتَيْنِ أُخْرَاوَيْنِ عِنْدَ الْقَرْئَيْنِ الْبَاقِيَيْنِ فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ : يَا ابْنَ عُمَرَ مَا هٰكَذَا أَمَرَ اللهُ إِنَّكَ قَدْ أَخْطَأْتَ السُّنَّةَ وَالسُّنَّةُ أَنْ تَسْتَقْبِلَ الطُّهْرَ فَتُطَلِّقَ لِكُلِّ قَرْءٍ. قَالَ : فَأَمَرَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَرَاجَعْتُهَا ثُمَّ قَالَ: «إِذَا هِيَ طَهَرَتْ فَطَلِّقْ عِنْدَ ذٰلِكَ أَوْ أَمْسِكْ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللهِ ! رَأَيْتَ لَوْ أَنِّي طَلَّقْتُهَا ثَلَاثًا كَانَ يَحِلُّ لِي أَنْ أُرَاجِعَهَا ؟ قَالَ لَا كَانَتْ تَبِيْنُ مِنْكَ وَتَكُوْنُ مَعْصِيَةً. (سنن الدار قطنی: ص652 حدیث نمبر 3929)

تحقیق السند:

1: علامہ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی سند کے بارے میں لکھتے ہیں:

وهذا إسناد قوی. (تنقیح کتاب التحقیق فی احادیث التعلیق للذہبی: ج2 ص205)

2: یہ حدیث امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کی ہے، جس کے متعلق علامہ نور الدین الہیثمی لکھتے ہیں:

رواه الطبرانی وفیه علی بن سعید الرازی قال الدارقطنی: لیس بذاك وعظمه غیره وبقیة رجاله ثقات.

(مجمع الزوائد ج4 ص618 باب طلاق السنۃ وکیف الطلاق)

علامہ ہیثمی نے اس روایت کے راویوں کو ثقہ کہا ہے البتہ "علی بن سعید الرازی" کے متعلق امام دار قطنی کا جو قول نقل کیا ہے اس کی فنی حیثیت جاننے کے لیے علامہ شمس الدین ذہبی کی تحقیق ملاحظہ فرمائیں، علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

حافظ رحال جوال. قال الدارقطنی: لیس بذاك. تفرد بأشیاء. قلت: سمع جبارة بن المغلس، وعبد الاعلی بن حماد. روی عنه الطبرانی، والحسن بن رشیق، والناس. قال ابن یونس: كان یفهم ویحفظ. (میزان الاعتدال: ج3 ص143 رقم الترجمۃ 5553)

حافظ ابن حجر عسقلانی اسی راوی کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقال مسلمة بن قاسم.. وكان ثقة عالما بالحدیث. (لسان المیزان ج4 ص231 رقم الترجمہ 615)

اس سے معلوم ہوا کہ امام دار قطنی کے علاوہ کسی اور نے ان علی بن سعید الرازی کے بارے میں کلام نہیں کیا اور دار قطنی کا یہ کلام بھی نرم الفاظ میں ہے بڑے درجہ کا کلام نہیں ہے جسے علامہ ذہبی نے تفرد اور انفرادی رائے قرار دیا ہے اور اس راوی کو "حافظ" فرما کر اس کی توثیق کی۔ مزید یہ کہ اسرائیل بن یونس نے بھی ان کو "ثقہ" قرار دیا ہے اور مسلمہ بن قاسم نے بھی ان کو "ثقہ" قرار دیا ہے۔ اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ اس روایت کی یہ سند بھی صحیح ہے۔ اس روایت کی صحت کی مزید تائید حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جسے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ:

فكان ابن عمر إذا سئل عن الرجل یطلق امرأته وهی حائض یقول ......أما أنت طلقتها ثلاثا فقد عصیت ربك فیما أمرك به من طلاق امرأتك وبانت منك. (صحیح مسلم ج1 ص476 باب تحریم طلاق الحائض)

اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ بات حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہمانے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے سنی تھی کیونکہ یہ ویسے الفاظ ہیں جیسے دار قطنی اور طبرانی کی مرفوع روایت میں ہیں۔

دلیل نمبر 5:

عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفْلَةَ قَالَ كَانَتْ عَائِشَةُ الْخَثْعَمِيَّةُ عِنْدَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَلَمَّا أُصِيبَ عَلِيٌّ وَبُويِعَ الْحَسَنُ بِالْخِلَافَةِ قَالَتْ : لِتَهْنِئْكَ الْخِلَافَةُ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَقَالَ : يُقْتَلُ عَلِيٌّ وَ تُظْهِرِينَ الشَّمَاتَةَ اذْهَبِي فَأَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا قَالَ:

فَتَلَفَّعَتْ نِسَاجَهَا وَقَعَدَتْ حَتّٰى انْقَضَتْ عِدَّتُهَا وَبَعَثَ إِلَيْهَا بِعَشَرَةِ آلَافٍ مُتْعَةً وَبَقِيَّةٍ بَقِيَ لَهَا مِنْ صَدَاقِهَا فَقَالَتْ: مَتَاعٌ قَلِيلٌ مِنْ حَبِيبٍ مُفَارِقٍ فَلَمَّا بَلَغَهُ قَوْلُهَا بَكَى وَقَالَ لَوْلَا أَنِّي سَمِعْتُ جَدِّي أَوْحَدَّثَنِي أَبِي أَنَّهُ سَمِعَ جَدِّي يَقُولُ أَيُّمَا رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثاً مُبْهَمَةً أَوْ ثَلَاثاً عِنْدَ الْإِقْرَاءِ لَمْ تَحِلَّ لَهُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهُ لَرَاجَعْتُهَا.

(سنن الدار قطنی ج651 حدیث نمبر 3927 کتاب الطلاق والخلع والطلاق)

فائدہ:

بعض الناس نے اس روایت کے تین راویوں پر جرح کرتے ہوئے اس روایت کو ضعیف ٹھہرانے کی کوشش کی ہے۔ ان تین راویوں کے بارے میں تحقیقی بات عرض ہے کہ ان پر بعض محدثین کی صرف جرح نہیں ہے بلکہ کئی جید ائمہ محدثین نے ان کی تعدیل و توثیق بھی فرمائی ہے۔ ذیل میں ہم ان کے بارے میں ائمہ کی تعدیل و توثیق پیش کرتے ہیں۔

(1) محمد بن حمید الرازی

آپ ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ کے راوی ہیں۔ (تہذیب التہذیب: ج5ص547)

اگرچہ بعض محدثین سے جرح منقول ہے لیکن بہت سے جلیل القدر ائمہ محدثین نے آپ کی تعدیل و توثیق اور مدح بھی فرمائی ہے مثلاً:

1: امام فضل بن دکین (م218ھ): عَدَّلَهٗ. (تاریخ بغداد: ج2ص74)

2: امام یحییٰ بن معین (م233ھ): ثقة ،لیس به باس، رازی کیس. (تاریخ بغداد: ج2ص74، تہذیب الکمال للمزی: ج8ص652)

3: امام احمد بن حنبل (م241ھ): وثقه (طبقات الحفاظ للسیوطی ج1ص40)

وقال ایضاً: لایزال بالری علم مادام محمد بن حمید حیاً. (تہذیب الکمال للمزی: ج8ص652)

4: امام محمد بن یحییٰ الذہلی (م258ھ): عَدَّلَهٗ. (تاریخ بغداد: ج2ص73)

5: امام ابوزرعہ الرازی (م263ھ): عَدَّلَهٗ. (تاریخ بغداد: ج2ص73)

6: امام محمد بن اسحاق الصاغانی (م271ھ): عَدَّلَهٗ. (سیر اعلام النبلاء: ج8ص293)

7: امام جعفر بن ابی عثمان الطیالسی (م282ھ): ثقة. (تہذیب الکمال: ج8ص653)

8: امام ابونعیم عبد الملک بن محمد بن عدی الجرجانی (م323ھ): لان ابنَ حمیدٍ من حفاظِ اھلِ الحدیثِ. (تاریخ بغداد: ج2ص73)

9: امام الدار قطنی (م385ھ): اسنادہ حسن. [وفیہ محمد بن حمید الرازی]. (سنن الدار قطنی: ص27 رقم الحدیث 27)

10: امام خلیل بن عبد اللہ بن احمد الخلیلی (م446ھ): کان حافظاً عالماً بھذا الشان، رضیه احمد و یحییٰ. (تہذیب التہذیب: ج5ص550)

11: علامہ شمس الدین ذہبی (م748ھ): العلّامة، الحافِظ الکبِیر. (سیر اعلام النبلاء: ج8ص292)

و قال ایضاً: الحافظ و کان من اوعیة العلم. (العبر فی خبر من غبر: ج1ص223)

12: علامہ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی (807): " وفی اسناد بزار محمد بن حمید الرازی وھو ثقة. (مجمع الزوائد: ج9ص475)

13: حافظ ابن حجر (م852ھ): حافظ ضعیف و کان ابن مَعین حسنَ الرای فیه. (تقریب التہذیب: ص505)

14: علامہ جلال الدین سیوطی (م911ھ): وثقه احمد و یحییٰ و غیر واحد. (طبقات الحفاظ للسیوطی: ص216 رقم 479)

15: امام احمد بن عبد اللہ الخزرجی (م923ھ): الحافظ، و کان ابن مَعین حسنَ الرای فیه. (خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال للخزرجی: ص333)

(2) سلمہ بن الفضل

1: امام یحییٰ بن معین: ثقه

وقال ایضاً: لا باس به ("لا باس به" کلمہ توثیق ہے)

2: علامہ ابن سعد: ثقة، صدوق

3: امام ابن عدی: عندہ غرائب وافراد ولم أجد فی حدیثه حدیثا قد جاوز الحد فی الانکار وأحادیثه متقاربة محتملة [ان کی حدیث میں غرائب اور افراد تو ہیں لیکن میں نے ان کی کوئی حدیث ایسی نہیں دیکھی جو انکار کی حد تک پہنچی ہو، ان کی حدیثیں متقارب اور قابل برداشت (یعنی قابل قبول) ہیں۔]

4: امام ابن حبان: ذکرہ فی الثقات

5: امام ابوداؤد: ثقة

6: امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: لا أعلم إلا خیرا. (یہ تمام اقوال تہذیب التہذیب ج2 ص752 رقم 2938 سے لیے گئے ہیں)

(3) عمرو بن ابی قیس

1-5: امام بخاری نے تعلیق میں ان سے روایت کیا ہے اور امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے ان سے روایت لی ہے۔
(تہذیب التہذیب: ج5 ص83 رقم 6007)

6: امام ابن حبان: ذکرہ فی الثقات (کتاب الثقات: رقم الترجمۃ 9766)

7: امام عبد الصمد بن عبد العزیز المقری: (قال) دخل الرازیون علی الثوری فسألوہ الحدیث فقال: ألیس عندکم الازرق؟ یعنی عمرو بن أبی قیس. (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم الرازی: ج6 ص333 رقم 1409)

8: امام ابوداؤد: فی حدیثه خطأ (وقال فی موضع آخر) لا بأس به. (تہذیب التہذیب: ج5 ص84 رقم 6007)

9: امام عثمان بن ابی شیبہ: لا بأس به (تہذیب التہذیب: ایضاً)

10: امام ابوبکر البزار: مستقیم الحدیث (تہذیب التہذیب: ایضاً)

اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ جس راوی کی ثقاہت وضعف میں اختلاف ہو تو اس کی روایت حسن درجہ کی ہوتی ہے، قواعد فی علوم الحدیث میں ہے:

اذا کان رواۃ اسناد الحدیث ثقات وفیھم من اختلف فیه: اسنادہ حسن، او مستقیم او لا باس به.

(قواعد فی علوم الحدیث: ص75 نقلاً عن مقدمۃ الترغیب والترہیب ونصب الرایۃ والتعقبات للسیوطی وتہذیب التہذیب تحت ترجمہ عبد اللہ بن صالح)

لہٰذا اصولی طور پر یہ روایت حسن درجہ کی ہے۔ علامہ ہیثمی نے اس روایت کو نقل کر کے فرمایا:

وفی رجاله ضعف وقد وثقوا. (مجمع الزوائد ج4 ص625 باب متعۃ الطلاق)

گویا علامہ ہیثمی بھی اسی اصول کے تحت اس روایت کو حسن درجہ کا فرما رہے ہیں۔

ایک ضروری وضاحت:

ائمہ محدثین کی آراء اور اصولیین کی تصریحات سے ثابت ہوا کہ یہ روایت حسن درجہ سے کم نہیں۔ بالفرض اس روایت میں کچھ ضعف بھی ہو تو جمہور ائمہ کے تعامل اور اجماع سے یہ حدیث صحیح ثابت ہو جاتی ہے۔ علامہ ابن حزم فرماتے ہیں:

وإذا ورد حدیث مرسل أو فی أحد ناقلیه ضعیف فوجدنا ذلك الحدیث مجمعا علی أخذہ والقول به علمنا یقینا أنه حدیث صحیح لا شك فیه. (توجیہ النظر الی اصول الاثر: ج1 ص141)

کہ جب کوئی مرسل روایت ہو یا کوئی ایسی روایت ہو جس کے راویوں میں سے کسی میں کوئی ضعف ہو لیکن اس حدیث کو لینے اور اس پر عمل کرنے کے سلسلہ میں اجماع واقع ہو چکا ہو تو ہم یقیناً یہ جان لیں گے کہ یہ حدیث "صحیح" ہے اور اس میں کوئی شک نہیں۔

چونکہ تین طلاقوں کے تین ہونے پر اجماع ہے (جیسا کہ اس پر عنقریب حوالہ جات پیش کیے جائیں گے) اس لیے اگر اس حدیث کے کسی راوی میں ضعف بھی ہو تب بھی کوئی مضائقہ نہیں، ایسی حدیث صحیح شمار ہو گی۔ اسی اصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے علامہ زاہد بن الحسن الکوثری نے حافظ ابن رجب الحنبلی سے اس روایت کے متعلق تصحیح نقل کی ہے کہ حافظ ابن رجب فرماتے ہیں:

اسنادہ صحیح۔ (الاشفاق للکوثری ص38)

لہٰذا البانی صاحب وغیرہ کا اس تصحیح کو نہ ماننا اور علامہ کوثری پر بلاوجہ طعن کرنا یقیناً غلط اور محدثین کے مذکورہ اصولوں سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔

احادیث موقوفہ

دلیل نمبر 1:

عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِذَا أُتِيَ بِرَجُلٍ قَدْ طَلَّقَ اِمْرَأَتَهُ ثَلَاثًا فِيْ مَجْلِسٍ أَوْجَعَهُ ضَرْبًا وَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا.

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج9 ص519 باب من کرہ ان یطلق الرجل امرأتہ ثلاثا۔ رقم الحدیث 18089)

اسنادہ صحیح ورواتہ ثقات.

دلیل نمبر 2:

عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ: أَنَّ بَطَّالًا كَانَ بِالْمَدِينَةِ فَطَلَّقَ امْرَأَتَهُ أَلْفًا فَرُفِعَ ذَٰلِكَ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ: إِنَّمَا كُنْتُ أَلْعَبُ فَعَلَاهُ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِالدِّرَّةِ وَقَالَ: إِنْ كَانَ لَيَكْفِيكَ ثَلَاثٌ. (السنن الکبریٰ للبیہقی: ج7 ص334 باب ماجاء فی امضاء الطلاق الثلاث)

اسنادہ صحیح ورواتہ ثقات.

دلیل نمبر 3:

عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي تَحْيَى قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى عُثْمَانَ فَقَالَ: إِنِّي طَلَّقْتُ امْرَأَتِي مِائَةً، قَالَ: ثَلَاثٌ يُحَرِّمْنَهَا عَلَيْكَ، وَسَبْعَةٌ وَتِسْعُونَ عُدْوَانٌ. (مصنف ابن ابی شیبہ: ج9 ص522 باب ماجاء یطلق امرأتہ مائۃ او الف فی قول واحد۔ رقم 18104)

اسنادہ صحیح ورجالہ ثقات.

تنبیہ: بعض نسخوں میں معاویہ بن ابی تحییٰ کے والد کا نام "ابی تحییٰ" کے بجائے "ابی یحیی" (یا کے ساتھ) لکھا گیا ہے لیکن امیر الحافظ نے "ابی تحیی" (تا کے ساتھ) ضبط کیا ہے۔ (الاکمال لابن ماکولا: ج1 ص507) اور شیخ عوامہ کے طرز بیان سے بھی اسی کو ترجیح معلوم ہوتی ہے۔ (حاشیۃ مصنف ابن ابی شیبۃ: ج9 ص522)

دلیل نمبر 4:

عن علقمة قال جاء رجل إلى بن مسعود فقال إني طلقت امرأتي تسعة وتسعين وإني سألت فقيل لي قد بانت مني فقال بن مسعود لقد أحبوا أن يفرقوا بينك وبينها قال فما تقول رحمك الله - فظن أنه سيرخص له - فقال ثلاث تبينها منك وسائرها عدوان.

(مصنف عبد الرزاق: ج6 ص307 رقم 11387 باب المطلق ثلاثا، سنن سعید بن منصور: ج1 ص261 کتاب الطلاق باب التعدی فی الطلاق رقم 1963)

اسنادہ صحیح علی شرط البخاری ومسلم

دلیل نمبر 5:

عن سالم عن بن عمر قال من طلق امرأته ثلاثا طلقت وعصى ربه.

(مصنف عبد الرزاق: ج6ص307رقم 11388 باب المطلق ثلاثا)

اسنادہ صحیح علی شرط الشیخین.

(فی روایة) عَنْ نَافِعٍ قَالَ: قَالَ ابْنُ عُمَرَ: مَنْ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا، فَقَدْ عَصَى رَبَّهُ، وَبَانَتْ مِنْهُ امْرَأَتُهُ.

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج9ص520 باب من کرہ ان یطلق الرجل امراتہ ثلاثا فی مقعد واحد. رقم 18091)

دلیل نمبر 6:

عن انس بن مالك فيمن طلق امراته ثلاثاً قبل ان يدخل بها قال لا تحل له حتیٰ تنكح غيره هو فی رواية هی ثلاث.

(سنن سعید بن منصور: ج1ص264رقم الحدیث 1974، 1973، مصنف عبد الرزاق: ج6ص261، 269 باب طلاق البکر)

اسنادہ صحیح علی شرط البخاری و مسلم.

دلیل نمبر 7:

عَنْ وَاقِعِ بْنِ سَحْبَانَ قَالَ: سُئِلَ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا فِي مَجْلِسٍ؟ قَالَ: أَثِمَ بِرَبِّهِ، وَحُرِّمَتْ عَلَيْهِ امْرَأَتُهُ.

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج9ص519 من کرہ ان یطلق الرجل امراتہ ثلاثا فی مقعد واحد واجاز ذلک علیہ. رقم 18087)

اسنادہ صحیح و رواتہ ثقات.

دلیل نمبر 8:

عن نعمان بن أبي عياش قال سأل رجل عطاء بن يسار عن الرجل يطلق البكر ثلاثا فقال إنما طلاق البكر واحدة فقال له عبد الله بن عمرو بن العاص أنت قاص الواحدة تبينها والثلاث تحرمها حتى تنكح زوجا غيره

(مصنف عبد الرزاق: ج6ص262رقم الحدیث 11118 باب الطلاق البکر، موطا امام مالک: ص521 باب الطلاق البکر، سنن سعید بن منصور: ج1ص264رقم الحدیث 1975 باب التعدی فی الطلاق)

اسنادہ صحیح علی شرط البخاری و مسلم۔

دلیل نمبر 9:

مالك عن يحيى بن سعيد عن بكير بن عبد الله بن الاشجع انه اخبره عن معاوية بن ابی عياش الانصاری انه كان جالسا مع عبد الله بن الزبير و عاصم بن عمر قال فجاءهما محمد بن اياس بن البكير فقال ان رجلا من اهل البادية طلق امراته ثلاثا قبل ان يدخل بها فما ذا تريان فقال عبد الله بن الزبير ان هذا الامر ما بلغ لنا فيه قول فاذهب الى ابن عباس و ابی هريرة فانی تركتهما عند عائشة فسلهما ثم ائتنا فذهب فسئلهما فقال ابن عباس لابی هريرة افته يا ابا هريرة فقد جآء تك معضلة فقال ابو هريرة الواحدة تبينها والثلاث تحرمها حتى تنكح زوجاً غيره وقال ابن عباس مثل ذلك

(موطا امام مالک: ص521 باب طلاق البکر، وموطا امام محمد: ص263 باب الرجل یطلق امراتہ ثلاثا قبل ان یدخل بھا، مصنف عبد الرزاق: ج6ص262رقم الحدیث 11115 باب طلاق البکر)

اسنادہ صحیح علی شرط البخاری و مسلم.

دلیل نمبر10:

عن الحکم أن علیا وبن مسعود وزید بن ثابت قالوا إذا طلق البکر ثلاثا فجمعها لم تحل له حتی تنکح زوجا غیره فإن فرقها بانت بالأولی ولم تکن الأخریین شیئا.

(مصنف عبد الرزاق:ج6ص264رقم الحدیث11127باب طلاق البکر، سنن سعید بن منصور:ج1ص266باب التعدی فی الطلاق رقم الحدیث1080، المحلیٰ بالآثار لابن حزم:ج9ص498،497کتاب الطلاق)

اسنادہ صحیح علی شرط البخاری و مسلم.

دلیل نمبر11:

حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ .(ح) وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِيَاسِ بْنِ بُكَيْرٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَعَائِشَةَ، فِي الرَّجُلِ يُطَلِّقُ امْرَأَتَهُ ثَلاَثًا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا، قَالُوا: لاَ تَحِلُّ لَهُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ.

(مصنف ابن ابی شیبہ:ج9 ص536باب فی الرجل یتزوج المرأۃ ثم یطلقھا ثلاثا قبل ان یدخل بھا. رقم18159)

اسنادہ صحیح علی شرط البخاری ومسلم.

احادیث مقطوعہ

دلیل نمبر1:

عن ابراھیم فی الرجل یقول لامرأته انت طالق ثلاث قبل ان یدخل بھا قال ان اخرجھن جمیعاً لم تحل له فاذا اخرجھن تتری بانت باولیٰ والثنتان لیستا بشئی". (سنن سعید بن منصور:ج1ص266،رقم1980باب التعدی فی الطلاق، مصنف عبد الرزاق:ج6ص261)

اسنادہ صحیح علی شرط البخاری ومسلم.

دلیل نمبر2:

عن ابن المسیب اذا طلق الرجل البکر ثلاثاً فلا تحل له حتیٰ تنکح زوجاً غیرہ.

(مصنف عبد الرزاق:ج6:ص261رقم الحدیث11110باب طلاق البکر)

اسنادہ صحیح علی شرط البخاری ومسلم.

دلیل نمبر3:

عَنِ الزُّهْرِيِّ، فِي رَجُلٍ يُطَلِّقَ امْرَأَتَهُ ثَلاَثًا جَمِيعًا، قَالَ: إِنَّ فَعَلَ فَقَدْ عَصَى رَبَّهُ، وَبَانَتْ مِنْهُ امْرَأَتُهُ.

(مصنف ابن ابی شیبہ:ج9ص520باب من کرہ ان یطلق الرجل امرأتہ ثلاث. رقم18092)

اسنادہ صحیح علی شرط البخاری ومسلم.

دلیل نمبر4:

عن الحسن انه قال فی من طلق امرأته ثلاثاً قبل ان یدخل بھا قال رغم انفه بلغ حده حتیٰ تنکح زوجاً غیره

(سنن سعید بن منصور:ج1ص267رقم الحدیث 1088باب التعدی فی الطلاق)

اسنادہ صحیح علی شرط البخاری ومسلم.

دلیل نمبر5:

عن الشعبی قال فی الرجل یطلق البکر ثلاثاً جمیعاً فلم ید خل بھا قال لا تحل لہ حتیٰ تنکح زوجاً غیرہ فان (قال) انت طالق، انت طالق، فقد بانت بالاولیٰ لیخطبھا۔

(مصنف عبد الرزاق: ج6 ص264 باب طلاق البکر)

اسنادہ صحیح علی شرط البخاری ومسلم۔

اجماع امت

[۱]: امام ابو بکر احمد الرازی الجصاص (م307ھ):

فالکتاب والسنة وإجماع السلف توجب إیقاع الثلاث معا.

(احکام القرآن للجصاص: ج1 ص527 ذکر الحجاج لایقاع الثلاث معاً)

[۲]: امام ابو بکر محمد بن ابراہیم بن المنذر (م319ھ):

وَأَجْمَعُوْا عَلٰى أَنَّ الرَّجُلَ إِذَا طَلَّقَ اِمْرَأَتَهُ ثَلَاثًا أَنَّهَا لَا تَحِلُّ لَهُ إِلَّا بَعْدَ زَوْجٍ عَلٰى مَا جَاءَ بِهِ حَدِيْثُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(کتاب الاجماع لابن المنذر ص92)

[۳]: امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی (م321ھ):

مَنْ طَلَّقَ اِمْرَأَتَهُ ثَلَاثًا فَأَوْقَعَ كُلًّا فِيْ وَقْتِ الطَّلَاقِ لَزِمَهُ مِنْ ذٰلِكَ.... فَخَاطَبَ عُمَرُ بِذٰلِكَ النَّاسَ جَمِيْعًا وَفِيْهِمْ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَضِيَ اللهُ عَنْهُمُ الَّذِيْنَ قَدْ عَلِمُوْا مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذٰلِكَ فِيْ زَمَنِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُنْكِرْهُ عَلَيْهِ مِنْهُمْ مُنْكِرٌ وَلَمْ يَدْفَعْهُ دَافِعٌ۔ (سنن الطحاوی ج2 ص34 باب الرجل یطلق امرأتہ ثلاثاً معا، ونحوہ فی مسلم ج1 ص477)

[۴]: امام ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک المعروف بابن بطال (م449ھ):

اتفق أئمة الفتوى على لزوم إيقاع طلاق الثلاث فی کلمة واحدة... والخلاف فی ذلك شذوذ وإنما تعلق به أهل البدع ومن لا يُلتفتُ إليه لشذوذه عن الجماعة. (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری: ج9 ص390 باب من اجاز طلاق الثلاث)

[۵]: حافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی (م852ھ):

فالراجح فی الموضعين تحريم المتعة وايقاع الثلاث للاجماع الذی انعقد فی عهد عمر علی ذلك ولا يحفظ أن أحدا فی عهد عمر خالفه فی واحدة منهما... فالمخالف بعد هذا الإجماع منابذ له والجمهور علی عدم اعتبار من أحدث الاختلاف بعد الاتفاق. (فتح الباری: ج9 ص453 باب من جوز طلاق الثلاث)

[۶]: قاضی ثناء اللہ پانی پتی (م1225ھ):

اَجْمَعُوْا عَلٰى اَنَّهُ مَنْ قَالَ لِاِمْرَأَتِهِ أَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا يَقَعُ ثَلَاثٌ بِالْاِجْمَاعِ. (التفسیر المظہری ج1 ص300)

اعتراض:

محمد رئیس ندوی لکھتے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر تمام مجتہدین کسی مسئلہ پر متفق ہوں لیکن ایک مجتہد کی رائے کچھ اور ہو تو اجماع منعقد ہی نہیں ہوتا اور نہ یہ حجت شرعیہ ہے، یہ جمہور کا مذہب ہے اور مسئلہ طلاق میں تو حضرت ابن عباسؓ، طاؤس اور ابن تیمیہ، ابن قیم، داؤد ظاہری وغیرہ اس بات کے قائل ہیں کہ تین طلاق ایک واقع ہوتی ہے۔ تو پھر یہ اجماع کیسے ہوا اور کیونکر حجت ہوا؟

(تنویر الآفاق ص297 تا215 ملخصاً)

جواب:

اولاً.... تین طلاق کے تین ہونے پر اجماع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوا،اس وقت حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک شخص بھی اس کا مخالف نہیں تھا۔لہذا یہ حجت ہوا۔

ثانیاً......:اجماع کی تعریف یہ ہے:

(1) اتفاق المجتهدين من امة محمدية عليه السلام في عصر علىٰ حكم شرعي۔(توضیح تلویح:ج2ص522)

(2) اتفاق المجتهدين من امة محمد صلى الله عليه وسلم في عصر على امر ديني۔(مجموعۃ قواعد الفقہ ص160 لمحمد عمیم الاحسان)

تقریباً یہی تعریف ہر کتاب میں ملتی ہے۔اجماع کی اس تعریف میں حضرات صحابہ کرام کے اجماع سے لے کر ساتویں صدی تک کے اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماع شامل ہے۔علامہ ابن تیمیہ،ابن القیم جیسے افراد کی رائے شاذ ہے،اجماع میں مخل نہیں۔

ثالثاً........:جن شخصیات کا نام اعتراض میں درج ہے ان میں حضرت عباس رضی اللہ عنہما کا اپنا فتویٰ ہے کہ تین طلاقیں تین ہیں۔

(مصنف عبد الرزاق:ج6ص308رقم11392)

اور اصول حدیث کا قاعدہ ہے:

عمل الراوي بخلاف روايته بعد الرواية مما هو خلاف بيقين يسقط العمل به عندنا.(المنار مع شرحہ ص190)

کہ راوی کا اپنی روایت کے خلاف عمل کرنا اس روایت سے عمل کو ساقط کر دیتا ہے۔لہذا یہ روایت منسوخ ہے۔

حضرت طاؤس کا قول حسین ابن علی الکرابیسی نے "ادب القضاۃ" میں نقل کیا ہے کہ وہ بھی تین طلاق کے تین ہونے کے قائل ہیں۔رہے ابن تیمیہ،ابن قیم،داؤد ظاہری تو اولاً وہ مجتہد نہیں تھے،پھر یہ ان کا تفرد تھا جس کا اس وقت کے علماء نے رد کر دیا ہے۔لہذا ان کے اختلاف سے اجماع پر زد نہیں پڑتی۔

رابعاً..........:امت کے اکثر مجتہدین کسی بات پر متفق ہو جائیں تو اس پر بھی اجماع کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

قال العلامه بدر الدين العيني: فمن هذا قال صاحب (الهداية) من أصحابنا وعلى ترك القراءة خلف الإمام إجماع الصحابة فسماه إجماعا باعتبار اتفاق الأكثر ومثل هذا يسمى إجماعا عندنا. (عمدۃ القاری ج4ص449باب وجوب القراءۃ)

حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ

امت مسلمہ کے جید فقہاء کرام خصوصاً حضرات ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی تین طلاقیں تین ہی شمار ہوتی ہیں :

امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت (م150ھ)

قال محمد بن الحسن الشيباني: بهذا نأخذ وهو قول ابي حنيفة والعامة من فقهائنا لانه طلقها ثلاثاً جميعاً فوقعن عليها جميعاً معاً.(موطا امام محمد:ص263،سنن الطحاوی:ج2ص34،35،شرح مسلم:ج1ص478)

امام مالک بن انس المدنی (م 189ھ)

قال مالك بن انس: فان طلقها في كل طهر تطليقة او طلقها ثلاثاً مجتمعات في طهر لم يمس فيه فقد لزمه.

(التمہید لابن عبد البر :ج6ص58،المدونۃ الکبریٰ:ج2ص3، شرح مسلم للنووی:ج1ص478)

امام محمد بن ادریس الشافعی (م 204ھ)

قال الشافعي: وَالْقُرْآنُ يَدُلُّ ـ وَاللهُ اَعْلَمُ ـ عَلٰى اَنَّ مَنْ طَلَّقَ زَوْجَةً لَّهُ دَخَلَ بِهَا اَوْلَمْ يَدْخُلْ بِهَا ثَلَاثًا لَمْ تَحِلَّ لَهُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهُ.(کتاب الام للامام محمد بن ادریس الشافعی:ج2ص1939)

امام احمد بن حنبل (م241ھ)

قال احمد بن حنبل: ومن طلق ثلاثا فی لفظ واحد فقد جھل وحرمت علیہ زوجتہ ولا تحل لہ ابدا حتی تنکح زوجا غیرہ.

(کتاب الصلوۃ: ص47 طبع قاہرہ بحوالہ عمدۃ الاثاث: ص30)

جمہور علماء تابعین وغیرہ

قال العلامة بدر الدین العینی: ومذهب جماهیر العلماء من التابعین ومن بعدهم منهم الأوزاعی والنخعی والثوری وأبو حنیفة وأصحابه ومالك وأصحابه والشافعی وأصحابه وأحمد وأصحابه وإسحاق وأبو ثور وأبو عبید وآخرون كثیرون علی أن من طلق امرأته ثلاثا وقعن. (عمدۃ القاری: ج14 ص236 باب من اجاز طلاق الثلاث)

غیر مقلدین کے دلائل کا جواب

دلیل نمبر 1:

عن ابن طاوس عن أبیه عن ابن عباس قال كان الطلاق علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم وأبی بكر وسنتین من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة فقال عمر بن الخطاب إن الناس قد استعجلوا فی أمر قد كانت لهم فیه أناة فلو أمضیناه علیهم فأمضاه علیهم. (صحیح مسلم ج1 ص477، ص478، مصنف عبد الرزاق ج6 ص305)

ومن طریق آخر ففیہ ابن جریج.

جواب نمبر 1:

امام نووی نے فرمایا ہے:

فالأصح أن معناه أنه كان فی أول الأمر اذا قال لها أنت طالق أنت طالق أنت طالق ولم ینو تأكیدا ولا استئنافا یحكم بوقوع طلقة لقلة ارادتهم الاستئناف بذلك فحمل علی الغالب الذی هو ارادة التأكید فلما كان فی زمن عمر رضی الله عنه وكثر استعمال الناس بهذه الصیغة وغلب منهم ارادة الاستئناف بها حملت عند الاطلاق علی الثلاث عملا بالغالب السابق إلی الفهم منها فی ذلك العصر. (شرح مسلم للنووی: ج1 ص478)

کہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی صحیح مراد یہ ہے کہ شروع زمانہ میں جب کوئی شخص اپنی بیوی کو "انت طالق، انت طالق، انت طالق" کہہ کر طلاق دیتا اور دوسری اور تیسری طلاق سے اس کی نیت تاکید کی ہوتی نہ استیناف کی، تو چونکہ لوگ استیناف کا ارادہ کم کرتے تھے اس لیے غالب عادت کا اعتبار کرتے ہوئے محض تاکید مراد لی جاتی۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا اور لوگوں نے اس جملہ کا استعمال بکثرت شروع کیا اور عموماً ان کی نیت طلاق کے دوسرے اور تیسرے لفظ سے استیناف ہی کی ہوتی تھی، اس لئے اس جملہ کا جب کوئی استعمال کرتا تو اس دور کے عرف کی بناء پر تین طلاقوں کا حکم لگایا جاتا تھا۔

تنبیہ: یہ اس صورت میں ہے کہ جب "انت طالق" کو تین بار کہے۔ اگر "انت طالق ثلاثاً" کہے تو پھر تین ہی واقع ہو جائیں گی۔

جواب نمبر 2:

اس حدیث میں طلاق کی تاریخ بیان کی جارہی ہے کہ عہد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے لے کر ابتدائے عہد فاروقی تک لوگ یکجا تین طلاقیں دینے کے بجائے ایک طلاق دیا کرتے تھے، خلافت فاروقی کے تیسرے سال سے لوگوں نے جلد بازی شروع کردی کہ ایک طلاق دینے کے بجائے تین طلاقیں اکٹھی دینے لگے تو وہ تینوں طلاقیں نافذ کردی گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے الفاظ اس پر واضح قرینہ ہیں، آپ

فرماتے ہیں:

إن الناس قد استعجلوا فی أمر قد کانت لهم فيه أناة

کہ لوگوں کو جس کام میں سہولت تھی انہوں نے اس میں جلد بازی شروع کر دی ہے۔

اگر ابتداء سے تین طلاق کا رواج ہوتا تو پھر استعجال اور اناۃ کا کوئی معنی نہیں بنتا۔ لہٰذا اس حدیث میں "۔۔۔طلاق الثلاث واحدۃ" کا مطلب "تین طلاقوں کے بجائے ایک طلاق دینا" ہے۔ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں آکر مسئلہ بدل گیا تھا بلکہ مطلب یہ ہے کہ طلاق دینے کے معاملے میں لوگوں کی عادت بدل گئی تھی۔ اگر یہ مراد لیا جائے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے فیصلے کو منسوخ فرما کر تین طلاقوں کو تین شمار کیا ہے تو یہ مطلب انتہائی غلط ہے، کیونکہ اگر یہی معاملہ ہوتا تو صحابہ رضی اللہ عنہم اس پر اجماع نہ فرماتے بلکہ اس فیصلہ کا انکار کرتے حالانکہ کسی سے بھی انکار منقول نہیں۔ یہی مطلب محدثین نے بیان کیا ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

المراد أن المعتاد فی الزمن الأُوَّل کان طلقة واحدة وصار الناس فی زمن عمر یوقعون الثلاث دفعة فنفذہ عمر فعلی هذا یکون اخبارا عن اختلاف عادة الناس لا عن تغیر حکم فی مسألة واحدة قال المازری وقد زعم من لا خبرة له بالحقائق أن ذلك کان ثم نسخ قال وهذا غلط فاحش لأن عمر رضی الله عنه لا ینسخ ولو نسخ وحاشاه لبادرت الصحابة إلی انکارہ

(شرح مسلم للنووی: ج2 ص478)

ترجمہ: مراد یہ ہے کہ پہلے ایک طلاق کا دستور تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ تینوں طلاقیں بیک وقت دینے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں نافذ فرما دیا۔ اس طرح یہ حدیث لوگوں کی عادت کے بدل جانے کی خبر ہے نہ کہ مسئلہ کے حکم کے بدلنے کی اطلاع ہے۔ امام مازری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حقائق سے بے خبر لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ "تین طلاقیں پہلے ایک تھیں، پھر منسوخ ہو گئیں" یہ کہنا بڑی فحش غلطی ہے، اس لیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے فیصلہ کو منسوخ نہیں کیا، -حاشا- اگر آپ منسوخ کرتے تو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اس کے انکار کے درپے ضرور ہو جاتے۔

علامہ محمد انور شاہ کشمیری اس حدیث کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں:

ای کان الناس یطلقون واحدة بدل الثلاث و یکتفون بواحدة للتطلیق، وکانوا لا یطلقون ثلاثاً خلاف السنة، وهم کانوا علی ذلك الیٰ خلافة عمر حتیٰ صاروا فی عهده یطلقون ثلاثاً دفعة خلاف السنة. فامضاہ عمر علیهم و هذا احد معنی الحدیث ذکرہ النووی فی شرح مسلم. (معارف السنن: ج5 ص471)

کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ لوگ تین طلاقیں دینے کے بجائے ایک طلاق دینے پر اکتفاء کرتے تھے، تین طلاقیں جو کہ خلاف سنت ہیں نہیں دیتے تھے۔ یہ معاملہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت تک چلتا رہا یہاں تک کہ لوگ خلافِ سنت تین طلاقیں اکٹھی دینے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان تین طلاقوں کو نافذ فرما دیا۔ حدیث کا ایک یہی مطلب امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔

فائدہ:

حضرت علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کا یہ مطلب لینے پر (کہ لوگ تین طلاقوں کی بجائے ایک طلاق دیتے تھے) قرآن و حدیث سے دو نظیریں بھی پیش کی ہیں:

نظیر نمبر1: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلَهًا وَاحِدًا﴾ (سورۃ ص:5)

ترجمہ: (کافر یہ کہتے ہیں:) کیا اس (پیغمبر) نے سارے معبودوں کو ایک معبود میں تبدیل کر دیا ہے؟

علامہ کشمیری فرماتے ہیں:

فهم لم يريدوا بقولهم هذا انه صلى الله عليه و سلم آمن بآلهة ثم جعلهم واحدا، و انما يريدون انه جعل الهاً واحدا بدل آلهة. (معارف السنن: ج5ص472)

ترجمہ: کفار کے اس قول کا مطلب یہ نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے تمام آلہہ پر ایمان لائے پھر ان کو ایک کر دیا، بلکہ ان کا مطلب یہ تھا کہ آپ نے تمام آلہہ کو چھوڑ کر ایک کو اپنالیا ہے۔

نظیر نمبر2: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

من جعل الهموم هما واحدا هم آخرته كفاه الله هم دنياه الخ (سنن ابن ماجۃ: باب الانتفاع بالعلم والعمل بہ۔ عن عبد اللہ بن مسعود)

ترجمہ: جو شخص اپنی تمام فکروں کو ایک فکر یعنی آخرت کی فکر بنالے اللہ تعالیٰ دنیوی پریشانیوں اور فکروں سے اس کی کفایت فرماتے ہیں الخ

علامہ کشمیری فرماتے ہیں:

فليس المراد اختيار الهموم ثم جعلها واحدة، و انما المراد انه اختار هماً واحداً بدل هموم كثيرة.

(معارف السنن: ج5ص472)

کہ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان پہلے تمام غموں کا روگ لگالے پھر ان سب کو ایک غم میں تبدیل کر دے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ انسان غموں کے انبار کو چھوڑ کر ایک آخرت کی فکر کو اپنالے۔

جواب نمبر3:

امام احمد بن حنبل نے فرمایا: الحديث اذا لم تجمع طرقه لم تفهمه والحديث يفسر بعضها بعضا.

(الجامع لاخلاق الراوی للخطیب: ص370 رقم 1651)

چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث سنن ابی داود میں ہے، جس میں راوی سے سوال کرنے والا شخص ایک ہی ہے یعنی ابو الصَّہباء، اور دونوں روایتوں کے الفاظ بھی تقریباً ملتے جلتے ہیں۔ روایت یہ ہے:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بَلَى كَانَ الرَّجُلُ إِذَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلاَثًا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا جَعَلُوهَا وَاحِدَةً عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- وَأَبِي بَكْرٍ وَصَدْرًا مِنْ إِمَارَةِ عُمَرَ. (سنن ابی داود: ج1ص317 باب نسخ المراجعۃ بعد التطلیقات الثلاث)

اس روایت کی اسناد صحیح ہے۔ (زاد المعاد لابن القیم: ج4ص1019۔ فصل: فی حکمہ صلی اللہ علیہ وسلم فیمن طلق ثلاثا بکلمۃ واحدۃ، عمدۃ الاثاث: ص94)

اسی طرح صحیح مسلم کے راوی طاؤس یمانی کی خود اپنی روایت میں بھی غیر مدخول بہا کی قید موجود ہے۔ علامہ علاء الدین المار دینی (م745ھ) لکھتے ہیں:

ذكر ابن أبي شيبة بسند رجاله ثقات عن طاوس وعطاء وجابر بن زيد انهم قالوا إذا طلقها ثلاثا قبل ان يدخل بها فهي واحدة. (الجوہر النقی: ج7ص331)

ان دونوں روایات میں "قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا" (غیر مدخول بہا) کی تصریح ہے۔ معلوم ہوا کہ حدیث صحیح مسلم مطلق نہیں بلکہ "غیر مدخول بہا" کی قید کے ساتھ مقید ہے۔ ایسی عورت کو خاوند الگ الگ الفاظ (أنت طالق أنت طالق أنت طالق) سے طلاق دے تو پہلی طلاق سے ہی وہ بائنہ ہو جائے گی اور دوسری تیسری طلاق لغو ہو جائے گی، اس لیے کہ وہ طلاق کا محل ہی نہیں رہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور میں غیر مدخول بہا کو طلاق دینے کا یہی طریقہ رائج تھا اس لیے ان حضرات کے دور میں غیر مدخول بہا کو دی گئی ان تین طلاقوں کو ایک سمجھا جاتا تھا۔ لیکن بعد میں لوگ ایک ہی جملہ میں اکٹھی تین طلاقیں

دینے لگے (یعنی انت طالق ثلاثا) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اب تین ہی شمار ہوں گی، کیونکہ غیر مدخول بہا کو ایک ہی لفظ سے اکٹھی تین طلاقیں تین ہی واقع ہوتی ہیں۔

جواب نمبر 4:

اگر وہی مطلب لیا جائے جو غیر مقلدین لیتے ہیں کہ تین طلاق ایک ہوتی ہے تو یہ مطلب لینا اس روایت ہی کو شاذ بنا دیتا ہے، اس لیے کہ یہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے جملہ شاگرد آپ سے تین طلاق کا تین ہونا ہی روایت کرتے ہیں، صرف طاؤس ایسے ہیں جو مذکورہ روایت نقل کرتے ہیں۔ تصریحات محققین ملاحظہ ہوں:

(1): قال الامام احمد بن حنبل: کل أصحاب ابن عباس رووا عنه خلاف ما قال طاوس.

(نیل الاوطار للشوکانی ج6 ص245 باب ماجاء فی طلاق البتۃ)

(2): قال الامام محمد ابن رشد المالکی: بأن حدیث ابن عباس الواقع فی الصحیحین إنما رواه عنه من أصحابه طاوس، وأن جلة أصحابه رووا عنه لزوم الثلاث منهم سعید بن جبیر ومجاهد وعطاء وعمرو بن دینار وجماعة غیرهم.

(بدایۃ المجتہد ج2 ص61 کتاب الطلاق، الباب الاول)

تنبیہ: حدیث ابن عباس صحیحین میں نہیں، صرف صحیح مسلم میں ہے۔

(3): قال البیهقی: فَهٰذِهِ رِوَايَةُ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَعَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ وَمُجَاهِدٍ وَعِكْرِمَةَ وَعَمْرِو بْنِ دِينَارٍ وَمَالِكِ بْنِ الْحَارِثِ وَمُحَمَّدِ بْنِ إِيَاسِ بْنِ الْبُكَيْرِ وَرُوِّينَاهُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي عَيَّاشٍ الأَنْصَارِيِّ كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ أَجَازَ الطَّلاَقَ الثَّلاَثَ وَأَمْضَاهُنَّ

(السنن الکبریٰ للبیہقی: ج7 ص338 باب مَنْ جَعَلَ الثَّلَاثَ وَاحِدَةً)

چونکہ طاوس کی یہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تمام شاگردوں کی روایت کے خلاف ہے اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ اس روایت کو اپنی صحیح میں نہیں لائے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَتَرَكَهُ الْبُخَارِيُّ وَأَظُنُّهُ إِنَّمَا تَرَكَهُ لِمُخَالَفَتِهِ سَائِرَ الرِّوَايَاتِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ.

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج7 ص338 باب مَنْ جَعَلَ الثَّلَاثَ وَاحِدَةً)

الحاصل یہ روایت طاوس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تمام شاگردوں کے خلاف روایت کی ہے اور تمام شاگرد تین کا تین ہونا ہی نقل کرتے ہیں، اس لیے طاوس کی یہ روایت ان سب کے مقابلے میں شاذ، وہم، غلط اور ناقابلِ حجت ہے۔

جواب نمبر 5:

خود حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا اپنا فتوی اس روایت کے خلاف ہے۔ کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ تین طلاق کو تین ہی فرماتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ أَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ طَلَّقْتُ امْرَأَتِيْ ثَلاَثًا فَقَالَ عَصَيْتَ رَبَّكَ وَحَرُمَتْ عَلَيْكَ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَكَ.

(جامع المسانید ج2 ص148، السنن الکبری للبیہقی: ج7 ص337 واسنادہ صحیح)

اور اصول حدیث کا قاعدہ ہے:

عمل الراوی بخلاف روایته بعد الروایة مما هو خلاف بیقین یسقط العمل به عندنا۔

(المنار مع شرحہ ص194، قواعد فی علوم الحدیث للعثمانی ص202)

کہ راوی کا روایت کرنے کے بعد اس کے خلاف عمل کرنا اس روایت پر عمل کو ساقط کر دیتا ہے۔

لہٰذا اس اصول کی رو سے بھی مذکورہ روایت قابلِ عمل نہیں ہے۔

جواب نمبر6:

اس روایت کی ایک سند میں ایک راوی "طاؤس یمانی" ہے۔ امام سفیان ثوری، امام ابن قتیبہ، اور امام ذہبی نے اسے شیعہ قرار دیا ہے۔

(سیر اعلام النبلاء ج5 ص27،26، المعارف لابن قتیبہ ص268،267)

دوسرا راوی "ابن جریج" ہے۔ یہ شیعہ ہے اور اس پر متعہ باز ہونے کی جرح بھی ہے۔

(تذکرۃ الحفاظ ج1 ص128، سیر اعلام النبلاء ج5 ص497، میزان الاعتدال للذہبی ج2 ص509)

مذکورہ دونوں راویوں کو کتب شیعہ میں بھی شیعہ کہا گیا ہے۔ چنانچہ "طاؤس" کو رجال کشی لابی جعفر طوسی ص55، ص101، رجال طوسی لابی جعفر طوسی ص94 میں اور "ابن جریج" کو رجال کشی ص280، رجال طوسی ص233 اور اصحاب صادق رقم 162 میں شیعہ کہا گیا ہے۔ اصول حدیث کا قاعدہ ہے جسے حافظ ابن حجر عسقلانی یوں بیان کرتے ہیں:

الا ان روی ما یقوی بدعته فیرد علی المختار.

(شرح نخبۃ الفکر مع شرح ملا علی القاری ص159، مقدمہ فی اصول الحدیث لعبد الحق الدہلوی ص67)

کہ بدعتی راوی کی روایت اگر اس کی بدعت کی تائید کرتی ہو تو نا قابل قبول ہوتی ہے۔

جواب نمبر7:

خود غیر مقلدین کے فتاوی میں ہے: " یہ کہ مسلم کی یہ حدیث امام حازمی و تفسیر ابن جریر و ابن کثیر وغیرہ کی تحقیق سے ثابت ہے کہ یہ حدیث بظاہرہ کتاب و سنت صحیحہ و اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم وغیرہ ائمہ محدثین کے خلاف ہے لہذا حجت نہیں" (فتاوی ثنائیہ ج2 ص219)

جواب نمبر8:

صحیح مسلم میں روایت موجود ہے:

قال عطاء قدم جابر بن عبد الله معتمرا فجئناه فی منزله فسأله القوم عن أشياء ثم ذكروا المتعة فقال نعم استمتعنا على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبي بكر وعمر. وفی روایة اخری: حتى نهى عنه عمر.

(صحیح مسلم ج1 ص451 باب نكاح المتعة وبيان أنه أبيح ثم نسخ ثم أبيح ثم نسخ واستقر تحريمه إلى يوم القيامة)

پس جو جواب اس جابر رضی اللہ عنہ کی متعۃ النساء کے جواز وعدم کا جواب ہے وہی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ہے۔ اگر اس کو بھی جائز مانتے ہو تو کیا متعۃ النساء کو بھی جائز مانو گے ؟!

جواب نمبر9:

غیر مقلدین کا موقف ایک مجلس کی تین طلاق کو ایک کہنے کا ہے لیکن صحیح مسلم کی اس روایت میں کہیں بھی "ایک مجلس" کا ذکر نہیں ہے۔ لہذا یہ غیر مقلدین کی دلیل بن ہی نہیں سکتی۔

دلیل نمبر2:

أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي بَعْضُ بَنِي أَبِي رَافِعٍ مَوْلَى النَّبِيِّ -صلى الله عليه وسلم- عَنْ عِكْرِمَةَ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ طَلَّقَ عَبْدُ يَزِيدَ - أَبُو رُكَانَةَ وَإِخْوَتِهِ - أُمَّ رُكَانَةَ وَنَكَحَ امْرَأَةً مِنْ مُزَيْنَةَ فَجَاءَتِ النَّبِيَّ -صلى الله عليه وسلم- فَقَالَتْ مَا يُغْنِي عَنِّي إِلاَّ كَمَا تُغْنِي هَذِهِ الشَّعْرَةُ. لِشَعْرَةٍ أَخَذَتْهَا مِنْ رَأْسِهَا فَفَرِّقْ بَيْنِي وَبَيْنَهُ فَأَخَذَتِ النَّبِيَّ -صلى الله عليه وسلم- حَمِيَّةٌ فَدَعَا بِرُكَانَةَ وَإِخْوَتِهِ ثُمَّ قَالَ لِجُلَسَائِهِ « أَتَرَوْنَ فُلاَنًا يُشْبِهُ مِنْهُ كَذَا وَكَذَا مِنْ عَبْدِ يَزِيدَ وَفُلاَنًا يُشْبِهُ مِنْهُ - كَذَا وَكَذَا ». قَالُوا نَعَمْ. قَالَ النَّبِيُّ - صلى الله عليه وسلم - لِعَبْدِ يَزِيدَ « طَلِّقْهَا ». فَفَعَلَ ثُمَّ قَالَ « رَاجِعِ امْرَأَتَكَ أُمَّ رُكَانَةَ وَإِخْوَتِهِ ». فَقَالَ إِنِّي طَلَّقْتُهَا ثَلاَثًا يَا رَسُولَ اللَّهِ.

قَالَ « قَدْ عَلِمْتُ رَاجِعْهَا ». وَتَلاَ (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ).

(سنن ابی داؤد ج1 ص316، 317 باب نَسْخِ الْمُرَاجَعَةِ بَعْدَ التَّطْلِيقَاتِ الثَّلاَثِ)

جواب:

اولاً...... اس کی سند میں "بَعْضُ بَنِي أَبِي رَافِعٍ" ہے جو کہ مجہول ہے، لہذا یہ روایت ضعیف ہے۔

(1) قال النووی: وأما الرواية التي رواها المخالفون أن ركانه طلق ثلاثا فجعلها واحدة فرواية ضعيفة عن قوم مجهولين.

(شرح صحیح مسلم: ج1 ص478)

(2) قال ابن حزم: ما نعلم لهم شيئا احتجوا به غير هذا وهذا لا يصح لانه عن غير مسمى من بنى ابى رافع ولا حجة فى مجهول.

(المحلی لابن حزم ج9 ص391)

ثانیاً...... حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث میں بجائے "تین طلاق" کے "طلاق بتہ" (تعلق ختم کرنے والی) کا لفظ ہے، یعنی انہوں نے طلاق بتہ دی تھی۔ چنانچہ امام ابو داؤد رحمہ اللہ حضرت رکانہ کی اس روایت کو جس میں "بتہ" کا لفظ ہے، نقل کر کے فرماتے ہیں:

وَهَذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَنَّ رُكَانَةَ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلاَثًا لأَنَّهُمْ أَهْلُ بَيْتِهِ وَهُمْ أَعْلَمُ بِهِ.

(سنن ابی داؤد ج1 ص317)

کہ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت (جس میں "بتہ" کا لفظ ہے) ابن جریج کی روایت سے زیادہ صحیح ہے جس میں آتا ہے کہ انہوں نے تین طلاقیں دی تھیں، کیونکہ "بتہ" والی حدیث ان کے گھر والے بیان کرتے ہیں اور وہ اس کو زیادہ جانتے ہیں۔

قاضی شوکانی لکھتے ہیں:

أثبت ما روى فى قصة ركانة أنه طلقها البتة لا ثلاثا.

(نیل الاوطار: ج6 ص245 باب ماجاء فی طلاق البتۃ وجمع الثلاث واختیار تفریقہا)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو "طلاق بتہ" دی تھی نہ کہ "تین طلاق" اور طلاق بتہ سے بھی صرف ایک طلاق کی نیت کی تھی۔ چونکہ طلاق بتہ میں ایک طلاق کی نیت کرنے کی بھی گنجائش ہوتی ہے اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کی اس نیت کی تصدیق فرمائی اور انہیں دوبارہ اس خاتون سے رجوع کی اجازت دے دی۔

الغرض فریق مخالف کی پیش کردہ روایت سخت ضعیف اور حد درجہ کمزور ہے۔ مزید یہ کہ اس سے تو تین طلاقوں کا ثبوت بھی نہیں ہوتا چہ جائیکہ تین کو ایک قرار دے کر پھر خاوند کو رجوع کا حق دیا جائے۔ لہذا صحیح، صریح روایات اور اجماعِ امت کے مقابلہ میں ایسی روایت پیش کرنا غلط، باطل اور انصاف کا خون کرنے کے مترادف ہے۔

دلیل نمبر 3:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ طَلَّقَ رُكَانَةُ بْنُ عَبْدِ يَزِيدَ أَخُو الْمُطَّلِبِ امْرَأَتَهُ ثَلاَثًا فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ فَحَزِنَ عَلَيْهَا حُزْنًا شَدِيدًا قَالَ فَسَأَلَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ طَلَّقْتَهَا قَالَ طَلَّقْتُهَا ثَلاَثًا قَالَ فَقَالَ فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَإِنَّمَا تِلْكَ وَاحِدَةٌ فَارْجِعْهَا إِنْ شِئْتَ قَالَ فَرَجَعَهَا فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَرَى أَنَّمَا الطَّلاَقُ عِنْدَ كُلِّ طُهْرٍ. (مسند احمد ج1 ص347 رقم 2391)

جواب:

یہ روایت بھی قابل احتجاج نہیں۔

اولاً...... اس کی سند میں ایک راوی "محمد بن اسحاق" ہے جس پر ائمہ محدثین وغیرہ نے سخت جرح کر رکھی ہے۔

(1) امام نسائی: لیس بالقوی. (الضعفاء والمتروکین للنسائی: ص201رقم الترجمۃ513)

(2) امام دار قطنی: لا یحتج بہ.

(3) امام سلیمان التیمی: کذاب.

(4) امام ہشام بن عروۃ: کذاب.

(5) امام یحییٰ القطان: أشهد أن محمد بن إسحاق كذاب.

(6) امام مالک: دجال من الدجاجلة. (میزان الاعتدال: ج4ص47،48)

وقال ایضاً: محمد بن إسحاق كذاب. (تاریخ بغداد: ج1ص174)

(7) خطیب ابو بکر بغدادی: أما كلام مالك في بن إسحاق فمشهور غير خاف على أحد من أهل العلم بالحديث.

(تاریخ بغداد: ج1ص174)

(8) علامہ شمس الدین ذہبی: أنه ليس بحجة في الحلال والحرام. (تذکرۃ الحفاظ: ج1ص130)

(9) حافظ ابن حجر عسقلانی: وابن إسحاق لا يحتج بما ينفرد به من الأحكام فضلا عما إذا خالفه من هو أثبت منه.

(الدرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ لابن حجر العسقلانی: ج1ص265 باب الاحرام)

☆نواب صدیق حسن خان غیر مقلد ایک سند کے بارے میں کہ جس میں محمد بن اسحاق واقع ہے، لکھتے ہیں:

در سندش ہمان محمد بن اسحاق است، و محمد بن اسحاق حجت نیست۔ (دلیل الطالب: ص239)

محمد بن اسحاق کا ضعیف، متکلم فیہ اور کذاب ہونا تو اپنی جگہ، مزید براں کہ اسے خطیب بغدادی، امام ذہبی اور امام ابن حجر رحمہم اللہ نے شیعہ بھی قرار دیا ہے۔ (تاریخ بغداد ج1ص174، سیر اعلام النبلاء: ج7ص23، تقریب: ص498رقم5725)

کتب شیعہ میں بھی اس کو شیعہ کہا گیا ہے۔ (رجال کشی: ص280، رجال طوسی ص281)

اور اصول حدیث کا قاعدہ ہے: ان روی ما یقوی بدعته فیرد علی المختار. (شرح نخبۃ الفکر مع شرح ملا علی القاری ص159)

کہ بدعتی راوی کی روایت اگر اس کی بدعت کی تائید کرتی ہو تو نا قابل قبول ہوتی ہے۔

چونکہ شیعہ حضرات کے نزدیک ایک مجلس کی تین طلاق ایک شمار ہوتی ہے (جیسا کہ باحوالہ گزرا) اور یہ روایت ان کے اس عمل کی تائید کرتی ہے۔ لہٰذا اصول مذکور کے تحت یہ روایت نا قابلِ قبول ہو گی۔

ثانیاً...... اس کی سند میں ایک دوسرا راوی "داؤد بن حصین" ہے۔ یہ بھی سخت مجروح اور متکلم فیہ راوی ہے۔

(1) امام ابوزرعہ: لین.

(2) امام سفیان ابن عیینہ: كنا نتقي حديثه.

(3) محدث عباس الدوري: كان داود بن الحصين عندي ضعيفا. (میزان الاعتدال: ج2ص7)

(4) امام ابوحاتم الرازی: ليس بالقوي.

(5) امام ساجی: منكر الحديث.

(6) امام جوزجانی: لا يحمد الناس حديثه. (تہذیب التہذیب: ج2ص349،350)

(7،8) امام ابوداؤد و امام علی بن المدینی: أحاديثه عن عكرمة مناكير. (میزان الاعتدال: ج2ص7)

اور زیر بحث روایت بھی عکرمہ ہی سے مروی ہے۔

اس روایت میں تنہا محمد بن اسحاق ہوتا تو اس کے ضعیف اور نا قابلِ احتجاج ہونے کے لیے کافی تھا لیکن داؤد بن حصین نے اس کے ضعف کو مزید بڑھا کر اسے نا قابلِ حجت بنا دیا ہے۔

ثالثاً...... اصل بات یہ ہے کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو "طلاق بتہ " دی تھی نہ کہ تین طلاق اور نیت بھی صرف ایک طلاق کی تھی، اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رجوع کی اجازت عطا فرمائی تھی۔ علامہ ابن رشد فرماتے ہیں:

وأن حديث ابن إسحاق وهم وإنما روى الثقات أنه طلق ركانة زوجه البتة لا ثلاثا. (بدایۃ المجتہد: ج2 ص61)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

أن أبا داود رجح أن ركانة إنما طلق امرأته البتة كما أخرجه هو من طريق آل بيت ركانة وهو تعليل قوى

(فتح الباری: ج9 ص450 باب من جوز الطلاق الثلاث)

الحاصل فریق مخالف کی یہ روایت ضعیف وکذاب راویوں سے مروی ہے جو کہ صحیح، صریح روایات اور اجماعِ امت کے مقابلہ میں حجت نہیں ہے۔

غیر مقلدین کے ایک شبہہ کا جائزہ

شبہہ:

بعض غیر مقلد یہ کہا کرتے ہیں (ملاحظہ وہ فتاویٰ ثنائیہ ج2 ص54 وغیرہ) کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے اس فیصلے پر نادم تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا یہ حکم شرعی بھی نہ تھا اور صحیح بھی نہ تھا ورنہ ندامت کا کیا مطلب؟! یہ حضرات ایک روایت بھی بیان کرتے ہیں:

قال الحافظ أبو بكر الاسماعيلي في مسند عمر: أخبرنا أبو يعلى: حدثنا صالح بن مالك: حدثنا خالد بن يزيد بن أبي مالك عن أبيه قال: قال عمر بن الخطاب رضى الله عنه: ما ندمت على شيء ندامتي على ثلاث: أن لا أكون حرمت الطلاق

(اغاثۃ اللہفان)

کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے کسی چیز پر ایسی ندامت نہیں ہوئی جتنی تین چیزوں پر ہوئی ہے (ان میں سے ایک یہ ہے کہ) میں طلاق کو حرام قرار نہ دیتا الخ

جواب:

اولاً...... اس روایت میں دو راوی سخت مجروح ہیں:

1: خالد بن یزید بن ابی مالک

جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف و مجروح راوی ہے۔

(1،2) امام احمد بن حنبل وامام یحییٰ: ليس بشيء. [محض ہیچ ہے]

(3) امام نسائی: ليس بثقة. [وہ ثقہ نہیں ہے]

(4) امام دار قطنی: ضعيف. [وہ ضعیف ہے]

(5) امام ابن حبان: كان يخطئ كثيرا وفي حديثه مناكير لا يعجبني الاحتجاج به إذا انفرد عن أبيه. [کثرت سے خطا کر جاتا تھا اور اس کی حدیث میں ثقہ راویوں کی مخالفت ہوتی تھی۔ مجھے پسند نہیں کہ جب وہ اکیلا اپنے باپ سے روایت کرے تو میں اس کی روایت کو دلیل بناؤں]

(6) امام جرح وتعدیل امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں:

لم یرض أن یکذب علی أبیه حتی کذب علی أصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم. [یہ صرف اسی بات پر راضی نہ ہوا کہ اپنے باپ ہی پر جھوٹ بولے حتیٰ کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم پر بھی کذب بیانی شروع کر دی]

(7)امام ابوداؤد: ضعیف، متروك الحدیث[یہ ضعیف اور متروک الحدیث تھا]

(8- 10)امام ابن الجارود، امام ساجی، امام عقیلی: ان تینوں نے ضعیف قرار دیا ہے۔

(تہذیب التہذیب لابن حجر ج2 ص301، 302، میزان الاعتدال للذہبی: ج1 ص594، الضعفاء والمتروکین لابن الجوزی ج1 ص251 رقم1096)

2: یزید بن ابی مالک:

یہ لین الحدیث اور مدلس تھا، وہم کا شکار بھی تھا اور ان لوگوں سے روایت کرتا تھا جن سے ملاقات بھی ثابت نہیں۔

(کتاب المعرفۃ للفسوی ج1 ص354، میزان الاعتدال للذہبی ج4 ص401، المغنی فی الضعفاء ج2 ص543، التقریب لابن حجر: ص639 رقم7748)

زیر نظر روایت میں یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کر رہا ہے۔ اس کی پیدائش 60ھ ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ 24ھ میں شہید ہوئے۔ گویا اس کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہی ثابت نہیں۔

ثانیاً...... زیر نظر منقطع روایت لین الحدیث، مجروح، ضعیف اور متروک الحدیث راویوں سے مروی ہونے کے ساتھ ساتھ مجمل بھی ہے، طلاق کی کسی قسم (ایک یا تین) کی تفصیل نہیں۔ لہذا اس سے استدلال باطل ہے۔